## سوال

(42)سلام بن ابی الحقیق کو خیبر میں عبداللہ انصاری نے رسول اللہ ﷺ کے ایماء پر قتل کرنا

## جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

سلام بن ابی الحقیق کو خیبر میں عبداللہ انصاری نے رسول اللہ ﷺ کے ایماء پر قتل کیا۔ کیا یہ قتل جائز تھا؟

کیونکہ کہ حالت امن میں ہویا حالت جنگ میں ہوا۔ ان دونوں روایتوں پر ''طلوع اسلام،، دہلی نے سخت اعتراض کیا ہے کیونکہ کہ اس کی نظر میں یہ دونوں اوپر والے واقعات جھوٹے ہیں۔

عبارت ''طلوع اسلام،، جلد: 3 شمارہ: ذوالحجہ 1358ھ، مطابق فروری 1940ء:

''خلفاء بنی امیہ وبنی عباسیہ کا ایک دستور یہ بھی تھا کہ کبھی کبھی وہ اپنے دشمنوں کو مخفی تدبیروں سے قتل کر دیا کرتے تھے، اور اس کو اپنی بساط سیاست کی ایک اچھی چال سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے ان کے حامیوں اور خاشیہ نیشینوں نے ایسی روایتیں بنائیں کہ اس قسم کے قتل کو رسالت مآب کا فعل ثابت کر دیں، تاکہ ان سلاطین کو اپنی کارروائیوں کے جواز کی سند مل جائے۔ اس کتاب میں یہ رواایتیں درج ہیں۔

ص: 44 پر کعب بن اشرف کے متعلق لکھا ہے کہ آں حضرت ﷺ نے اس کے قتل کی خدمت محمد بن مسلمہ کے سپرد کی۔ جنہوں نے اس کے گھر جاکر بلطائف الحیل اس کو قتل کر ڈالا۔ پھر ص: 54 میں سلام بن ابی الحقیق کی بابت لکھتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ کے ایماء سے ایک انصاری عبداللہ نے خیبر میں جاکر اس کو قتل کر دیا۔ ان مکذوب اور مکروہ روایات کی بنا پر رحمة اللعالمین پر خفیہ کرانے کا الزام وہی شخص رکھے گا، جو تنقیدی عقل سے عاری اور راویوں کی دسیسہ کاری اور مقام نبوت سے قطعاً آشنا ہو۔،،

---

# الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

## واقعہ قتل ابورافع سلام بن ابی الحقیق رمضان 6ھ

ماخوذ از صحیح بخاری (کتاب المغازی باب قتل ابی رافع 5 26) وفتح الباری (4049) 7 340، وطبقات ابن سعد (2 91) وسیرة حلبیہ ودیگر کتب سیر ومغازی، ابورافع سلام یہودی خیبر کے ایک قلعہ میں رہتا تھا اور ''رئیس التجار،، و''تاجرالحجاز،، کے لقب سے مشہور تھا، یہ بھی آں حضرت ﷺ کے بے حد اذیتیں پہنچاتا تھا۔ غطفان اور دوسرے قبیلوں کے آں حضرت ﷺ سے جنگ کرنے پر برانگیختہ کیا تھا اور بے شمار مال ودولت سے ان کی آپ ﷺ کے خلاف جنگ میں مدد کی تھی۔ غزوہ خندق کے موقعہ پر عرب

کے بڑے بڑے مشہور قبائل کی مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے اسی نے ابھارا تھا۔ اس کی ان فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے چند خزرجی انصاریوں کی خواہش پر آپ ﷺ نے عبداللہ بن عتیک انصاری وغیرہ پانچ چھ آدمیوں کی اس کے قتل کرنے کے لیے بھیج دیا کہ کسی عورت اوبچے کو ہرگز نہ قتل کرنا۔ یہ لوگ شام کو خیبر گئے۔ عبداللہ یہودیوں کی زبان سے واقف تھے۔ ساتھیوں کو قلعہ سے باہر رہنے کا حکم دیا اور خود قلعہ میں داخل ہوگئے۔ جب رات زیادہ گزر گئی اور اسلام کے مصاحب اپنے اپنے اور گھروں میں چلے گئے اور وہ اپنے بالاخانہ میں کواڑ بند کر کے بیوی بچوں کے ساتھ سو رہا تھا، تو عبداللہ نے اس کے بالاخانہ کا دروازہ کھٹ کھٹایا۔ سلام کی بیوی نے پوچھا کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ اس کی بیوی نے سلام سے کہا یہ آواز عبداللہ بن عتیک کی ہے۔ سلام نے کہا: پاگل ہوگئی ہے۔ اس وقت یہاں عبداللہ بن عتیک کیسے پہنچے گان؟۔ بہر کیف عبداللہ نے ہدیہ دینے کے حیلہ سے دروازہ کھلوایا۔ سلام کی بیوی نے دروازہ کھول دیا۔ یہ کمرہ میں داخل ہوگئے اور اندر سے تالا لگادیا۔ کمر تاریک تھا۔ سلام کو پکارا اور اس کا جواب سن کر آواز کی سمت بڑھے اور قریب پہنچ کر اس پر تلوار سے وار کیا لیکن حمہ ناکام رہا۔ یہ چھپ گئے اور چند لمحہ کے بعد آواز بدل کر فریادرس کی صورت میں قریب آئے اور کہا: ابورافع کیا بات ہے!۔ اس نے کہا کسی نے تلوار سے مجھ پر حلمہ کردیا یہ آواز کے سمت بڑھے اور اس پر دوسرا حملہ کیا۔ یہ حملہ بھی ناکام رہا پھر چھپ گئے اور چند لمحوں کے بعد قریب آکر تیسرا حملہ کیا اور اس دفعہ اس کو ختم کردیا۔ بالاخانہ کا دروازہ کھول کر باہر نکلے۔ چاندنی رات تھی۔ زینہ سے اترتے ہوئے انہوں نے سمجھا زمین تک پہنچ گیا ہوں۔ لیکن ابھی بہت اوپر تھے وہاں سے زمین پر گر پڑے۔ پاؤں ٹوٹ گیا۔ لیکن اس قتل کی خوشی میں ابتداء میں تکلیف نہیں محسوس ہوئی۔ صبح کو جب زخم ٹھنڈا ہوا تو راستہ چلتے ہوئے تکلیف محسوس ہوئی، آں حضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر مثردہ سنایا اور تکلیف ظاہر کی۔ آپ ﷺ نے لعاب دہن لگایا۔ پاؤں ٹھیک ہوگیا۔ اور تکلیف و کرب جاتا رہا۔ یہودیوں تعاقب کیا لیکن یہ لوگ دوسرے راستہ سے محفوظ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

اس واقع سے بھی چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

(1) ابورافع نے نقص عہد کیا۔

(2) آں حضرت ﷺ کو اذیتیں پہنچاتا تھا۔ عام مشرکین اور قریش مکہ سے بہت زیادہ۔

(3) مسلمانوں کے خلاف مشرکین مکہ کو برانگیختہ کرتا تھا۔

(4) ان کی مالی امداد کی تاکہ سامان رسد کی قلب نہ ہو۔

(5) عزوہ احزاب یعنی خندق کی لڑائی کا یہ بڑا سبب تھا۔

(6) اعلان جنگ کرکے میدان میں اس سے اور اس کی قوم سے لڑائی کرنے کے بجائے چند جاں نثاروں کو بھیج کر اس کو قتل کرادیا گیا تاکہ فتنہ کی جڑ کٹ جائے۔

دونوں واقعوں کے سامنے آجانے کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ ''تاریخ اسلام،، میں ان واقعات کی نسبت جو کچھ لکھا گیا ہے قطعاً صحیح اور درست ہے۔ یہ وقعے صرف تاریخی ہی نہیں ہیں بلکہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بھی مروی ہیں جن کی رویات میں شبہ اور کلام کی گنجائش ہی نہیں کما لایخفی علی اصحاب الحدیث۔

حدیث اور کتب حدیث کے متعلق ''طلوع اسلام،، کے تنقیدی نگار کا عقیدہ:

''طلوع اسلام،، کی تنقیدی کی حقیقت اور اس کے اعتراض کا جواب دینے سے پہلے مناسب یہ ہے کہ تنقید نگار کا عقیدہ اور مذہب و مسلک بابت کتب حدیث بیان کردیا جائے۔

(1) جہاں تک مجھے معلوم ہے تنقید نگار کے نزدیک حجت شرعی صرف قرآن کریم ہے، یعنی: شرعی حکم صرف قرآن سے ثابت ہوسکتا ہے۔ حدیث سے جب تک متواتر نہ ہو جس کی تعداد اس کے خیال میں دو تین سے زائد نہیں ہے کوئی شرعی حکم نہیں ثابت کیا جاسکتا۔ یا یوں کہیے کسی چیز کی حلت و حرمت، جواز و عدم جواز، امر و نہی محض قرآن سے ثابت ہوسکتی ہے، اور مسلمان پر صرف قرآن کی اطاعت ضروری ہے اور وہ اسی کا مکلف ہے۔ حدیث پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ حدیث حجت شرعی اور دین نہیں ہے۔ کیوں کہ ان کا کوئی اعتبار کافی نہیں۔

(2) قرآن کی تفسیر، حدیث سے کرنے کی ضرورت نہیں ہے اوراس کی تفسیر کےلیے قواعد عربی اور عقل ودرایت کافی ہے۔

(3) قرآن جس امرونہی کے بیان سے خاموش ہےاوراس نے اس سے تعرض نہیں کیا ہے نہ اثبات نہ نفیا۔ وہ حدیث سے نہیں ثابت کیا جاسکتا، پس جو حکم قرآن میں مذکورنہ ہولیکن حدیث میں موجود ہوہم اس کے پابند نہیں ہوسکتے۔(ان امور کاوجہ سے تنقید نگار کواکر اہل قرآن کہا جائے اورعدم حجیت حدیث بلکہ انکارحدیث کی وجہ سے اس مسئلہ میں خوارج کا ہم خیال ہونے کے سبب اس کو''خارجی،،

(4) رویات حدیثیہ کی صحت معلوم کرنے کےلیے راویوں کی عدالت وثقاہت، ضبط واتقان سے بحث کرنے سے پہلے ان راویتوں کی عقل ودرایت کی کسوٹی پرپرکھنا ضروری ہے، اگر عقل کے موافق ہوں گی توصحیح سمجھ کر قبول کرلی جائیں گی، مگرحکم شرعی اب بھی ان سےثابت نہیں ہوسکتا۔ اوراگرخلافت عقل ہوں گی تومکذوب اورمکروہ ہوں گی اورراویوں کی دسیسہ کاری محمول کی جائیں گی، خواہ وہ رواۃ محدثین اورائمہ جرح تعدیل کے نزدیک کتنے بڑےسچے اورثقہ، ضابط وعادل، صاحب مروۃ وتقویٰ کیوں نہ ہوں۔

تنقید کی تشریح اور تجزیہ:

اب ہم اپنے الفاظ کی تشریح کرتے ہیں تاکہ تنقیدی نگار کا مقصد واضح ہوجائے اورجواب سمجھنے میں آسانی ہو۔

(1) یہ روایتیں جن میں یہ دونوں واقعے بیان کیےگئے ہیں۔ بہ حیثیت فن روایت صحیح ہیں۔ ان میں کلام صرف عقل وروایت کی روسے ہے، یعنی: تنقیدنگاران واقعات کومحض عقل ودرایت کی روسے غلط قراردیتا ہےاورصاحب تاریخ اسلام کی تنقیدی عقل سے عاری سمجھتا ہے۔

(2) یہ روایتیں عقل ودرایت سے خلاف اس لیے ہیں کہ آں حضرت ﷺ پراپنے مخالفین کو مخفی طورپر قتل کرانے کاالزام قائم ہوتا ہے۔ نبی کااپنے مخالف کوخفیہ قتل کرانا عقلا سخت معیوب ہے، اورشان نبوت کے خلاف ہے، اس لیے یہ روایتیں مکذوب اورمکروہ ہیں۔

(3) اس صورت میں مناسب بلکہ حق یہ تھا کہ آپ ﷺ کعب بن اشرف اورسلام بن ابی الحقیق سے جنگ کااعلان کرتے اورمیدان جنگ میں لڑائی کرکے ان دونوں کوقتل کراتے، بلطائف الحیل قتل کراناشان نبی سے بعید ہے۔

(4) قرآن اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ نبی اپنے مخالفین اوراپنے دشمنوں کی مخفی طورپر قتل کرادے، یعنی: قرآن کریم اس کے بارے میں خاموش ہے اورحدیث سے یہ چیز ثابت نہیں کی جاسکتی اس لیے بھی یہ واقعات غلط ہیں۔

(5) صحیح بخاری اور صحیح مسلم اوردیگرکتب سیرومغازی کے راویوں اور مصنفین نے سلاطین نبی امیہ اور بنوعباس کی حمایت میں واقعات گھڑلئے ہیں، تاکہ ان سلاطین وملوک کواپنے فعل کے جوازکی سنداوردلیل مل جائے۔ بنابریں ان واقعات میں قتل کے جواسباب وعلل بیان کیےگئے ہیں وہ بھی گھڑلیےگئے ہیں۔

تنقید کی تنقیداوراس کا بچند وجوہ جواب:

اول: کسی یاکسی شرعی حکم کی صحت کےلیے عقل کی معیار قراردینا محض درایت پراعتماد کرنا غلط ہے۔ کیوں کہ عقل انسانی بے حد متفاوت المراتب ومختلف الدرجات ہے حتی کہ ایک ہی شخص مختلف زمانوں میں متفاوت ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں صحت روایت کی کسوٹی کس شخص کی اورکس درجہ کی عقل قراردی جائے گی؟ جب کہ ایک عقل ایک چیز کودرست اورجائز بتاتی ہے اوردوسرے شخص کی عقل اسی چیز کوغلط اورمضر بتاتی ہے۔ یاایک ہی واقعہ کوایک شخص زمانہ میں موافق عقل قراردیتا ہےاوردوسرے زمانے میں خلاف عقل۔ انہی دونوں واقعوں کولے لیا جائے کہ اب تک پوری امت کوعقلاً ونقلاً درست سمجھتی رہی۔ لیکن آج تنقید نگار کی عقل جوسکرٹریٹ میں طاغوتی حکومت کی ملازمت کی شکل میں جسم وروح، عقل ودماغ، ہاتھ وقلم فروخت کردینے کوغالبا ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین (الانعام: 62) کے خلاف نہیں سمجھی۔ ان دونوں واقعوں کوخلاف شان نبوت یقین کرتی ہے۔

ہمارے نزدیک تو نبی کا اپنے دشمن کو جو اس کے خفیہ قتل کرا دینے کا قصد کر چکا ہو، مخفی تدبیروں سے قتل کرا کر فتنہ کی جڑ کو کاٹ دینا نہ خلاف عقل ہے نہ شان نبوت سے بعید اور اس کے منافی ۔ پھر اگر عقل ہی معیار صحت ہے تو بہت سے قرآنی احکام جو ہماری عقلوں سے بالاتر اور مخالف درایت ہیں، قلم زد کرنے پڑیں گے ۔ قرآن کہتا ہے ۔ لاتأخذ بلحیتی ولا برأسی (طه :8=94)، وجوہ یومئذ ناضرة الی ربها ناظرہ (القامہ :23/22)، وہوالسمیع البصیر (غافر :54) کیا بڑے بھائی کی داڑھی نوچتی اور سر کے بال پکڑ کر کسیٹنا موافق عقل اور موافق سان نبوت ہے ؟ اور کیا اللہ کے کان اور آنکھ ہے ؟ اور کیا وہ مجسم و محدود متناہی و متحیر ہے ؟ اور کیا خضر کا ایک نابالغ بچہ کو متوقع اور موہوم امر کی وجہ سے قتل کر ڈالنا عین شان نبوت یا ولایت ہے ؟ اور کیا مابعد الموت ''قیامت،، کے واقعات اور قرآن کی بیان کردہ تفصیلات کو ہر کس و ناکس کی عقل قبول کر لیتی ہے ؟ وغیر ذلک ۔

دوم :قرآن فرماتا ہے : وقاتلوھم حتی لاتکون فتنة (البقرہ :193) اور فرمایا : والفتنة اکبر من القتل (البقرہ :217) اگر آنحضرت ﷺ نے فتنہ و فساد کے لیے کعب اور ابورافع کرادیا یہ تو حکم قرآنی کی تعمیل ہوئی اور فرمایا : اقتلوا المشرکین حیث وجد تموھم (البقرہ :6) اکر ابورافع اور کعب کو نقض عہد کے باعث حربی ہوجانے کی صورت میں قتل کردیا گیا، تو یہ حکم ربانی کی تعمیل ہوئی ۔

سوم : تنقید نگار کبھی تو اپنے مخالف کو بلطائف الحیل قتل کرانا خلاف عقل و منافی سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ اعلان جنگ کر کے علانیہ لڑائی میں قتل کرنا چاہیے، اور کبھی نفس قتل کرا دینے ہی کو معیوب اور بعید از شان نبی سمجھتا ہے ۔ کیوں کہ اس کو سلام ابورافع کے قتل کرا دینے پر بھی اعتراض ہے اور ظاہر ہے کہ اس کا قتل بلطائف الحیل نہیں ہوا تھا، لیکن یہی تنقید نگار آج جس چیز کو خلاف عقل اور خلاف شان نبوت قرار دیتا ہے، اس کا شیخ اٹھارہ برس پہلے اسی کو صحیح اور وعین شان نبوت بتا اور لکھ چکا ہے ۔ چنانچہ سر گروہ اہل قرآن حافظ اسلم جیراج پوری استاذ تاریخ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی لکھتے ہیں :

''چوں کہ اسلام کی ترقی سے یہود کا دنیاوی اثر اور اقتدار نیز ان کی دینی عظمت کا سکہ اٹھتا جاتا ہے ، اس لیے کعب مسلمانوں کا سخت دشمن تھا ۔ جنگ بدر کے بعد اس نے مکہ معظمہ میں جا کر کشتگان بدر کے دردناک مرثیے بنا کر سنائے اور قریش کو مسلمانوں سے انتقام لینے کے لیے آمادہ کیا ، وہاں سے آکر اپنے اشعار میں مسلمانوں کی ہجو اور بے حرمتی کرنے لگا اور درپردہ اس فکر میں پڑا کہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرادے ۔ آں حضرت ﷺ کو ان باتوں کی اطلاع ہوتی رہتی تھی ۔ اس وجہ سے رات کو باہر کم نکلتے تھے اس کی فتنہ انگیزیوں سے مجبور ہو کر ربیع الاول 3ھ میں محمد بن مسلمہ کو مع دو صحابیوں کے بھیجا ، انہوں نے جا کر اس کو قتل کر دیا ۔،، (تاریخ الامت 1 180) ۔

غور کیجیے 1340ھ میں جو واقعہ صحیح اور موافق عقل تھا اور اس کے اسباب بھی نفس الامری او رواقعی تھے ۔ 1358ھ میں غلط اور مکذوب ، مکروہ ، خلاف عقل اور منافی شان نبی ہوجاتا ہے ، اور راویوں کی دسیسہ کاری کا نتیجہ بن جاتا ہے ، اور اس کے اسباب و علل راویوں کی من گھڑت باتیں ہوجاتی ہیں ۔ ایں چہ بوالعجبی است ۔ تاریخ الامت میں سلام ابورافع کا واقعہ مذکور نہیں ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تاریخ الامت ۔ ''تاریخ الامم الاسلامیہ،، للعلامہ الخضری کا مختصر ترجمہ یا اسی سے ماخوذ ہے ۔ اور امیں بہت سے غزوات و سرایا مذکور نہیں ہیں ۔ اس لیے صاحب تاریخ الامت نے بھی ان غزوات و سرایا کو چھوڑ دیا ہے ۔

چہارم : ان دونوں واقعوں کے راویوں (جن کا جھوٹ بولنا کبھی ثابت نہیں اور ائمہ جرح تعدیل کے نزدیک نہایت سچے ثقہ اور صاحب تقوی اور ودیانت ہیں ) کی طرف بلا وجہ و سند جھوٹ کی نسبت کرنی اور ان واقعوں کو ان کی دسیسہ کاری بتانا سخت ظلم اور جہالت ہے ۔ حدیث کے موضوع و مختلف ہونے کے جو قرائن و علامات محدثین نے بتائے ہیں یہاں ان میں سے کوئی دلیل و قرینہ موجود نہیں ہے ۔

ملاحظہ ہو( ص :98تا ص :105) موضوعات ملا علی قاری و قواعد التحدیث ( لطاہر الجزائری ) اور جن بعض محدثین ابن الجوزی ، خطیب بغدادی نے عقل و درایت کا اعتبار کیا ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ واقعہ عام عقول سلیمہ کے خلاف نہ ہو، صرف ایک آدھ عقل کے نزدیک خلاف ہونے کا اعتبار نہیں ہوگا اور درایت و عقل کی طرف مراجعت بھی اس وقت ہوگی جب روایت سندا کمزور ہو۔

پنجم : قرآن ( وحی متلو ) کے علاوہ حدیث ( وحی غیر متلو ) کے حجت شرعی ہونے پر بجز خوارج و اہل قرآن کے ساری امت کا اجماع و اتفاق ہے ۔ کوئی صحابی اور تابعی اس کا مخالف نہیں ہے ۔ صحابہ برابر حدیث سے مسائل و احکام و استخراج کرتے ہیں ۔ حجیت حدیث پر بے شمار توضیح و تشریح کا یہ موقعہ نہیں ہے ۔

(1) قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني .....الاٰية (آل عمران: 31).

(2) وما آتاكم الرسول فخذوه، ومانهاكم عنه فانتهوه (الحشر: 8).

(3) فلاوربک لایؤمنون حتیٰ یحکموک الآیۃ (النساء: 65).

(4) من يطع الرسول فقد أطاع الله (نساء: 70).

(5) فليحذرالذين يخالفون عن أمره أن تصيبهم فتنة أويصيبهم عذاب أليم (النور: 63).

(6) یاایھاالذین آمنواأطیعواللہ وأطیعوالرسول الآیۃ (النساء: 59).

(7) وأنزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم ولعلھم یتفکرون . (النحل: 44).

(8) ماکان لمؤمن ولا مؤمنۃ إذاقضی اللہ ورسولہ أمرا الایۃ (الاحزاب: 36).

(9) سیقول السفھاء من الناس ماولٰھم الآیۃ: (البقرہ: 142).

(10) وما ینطق عن الھوی إن ھوالاوحی یوحی (النجم: 3) تلک عشرۃ کاملۃ.

حدیث کے حجت شرعی اورواجب العمل ہوجانے کے بعد ان دونوں واقعوں کے صحیح ہونے میں اور نبی کے اپنے خون کے پیاسے دشمن کے خفیہ قتل کرادینے کے جواز میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا ۔

ششم : اگر نبی کا اپنے مخالفین سے میدان جنگ میں مقابلہ کرنا اگرچہ مدافعانہ سہی اور دشمنوں کے قافلہ تجارت سے تعرض کرنا معیوب اور خلاف انسانیت ومنافی شان رحمۃ اللعالمین نہیں ہے ۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت عثمان کی شہادت کی افواہ سن کر آپ ﷺ نے مکہ والوں سے ان کے خون کا انتقام لینے کے لیے شرکاء صلح حدیبیہ سے بیعت لی۔ اگر ایک آدمی کے خون کا بدلہ لینے کے لیے پورے مکہ والوں سے لڑائی ٹھان لینی عقل کے موافق ہے، تو اپنی جان کے اور مسلمانوں کے دشمن کو قتل کرادینا بھی موافق عقل ہے ۔

ہفتم : (''النبی الخاتم،، کے مصنف کی عبارت میں) ''یہی یہودی جن کا خون ہر زمانہ اور ہر ملک میں تقریبا ہر صدی میں ارزاں رہا ہے اب تک ہے ۔ (اور آئندہ بھی رہے گا جیسا کہ ارشاد ہے : واذتأذن ربک لیبعثن علیھم الی یوم القیامۃ من یسومھم سوء العذاب (الاعراف: 167) جب خون کی مستحق ہوچکے تھے اور ہر اعتبار سے ہوچکے تھے، لیکن ان کے ہزاروں کے خون کو صرف کعب بن الاشرف اور ابورافع بن حقیق دو ہی آدمیوں کے خون سے محفوظ کردیا گیا، بہت بڑا خیر وہ شر ہے جس کے ذریعہ سے کسی عظیم و جلیل شر کا سدباب ہوتا ہے ۔

قصاص میں زندگی ہے آخر اس قانون میں کیا ہے؟ بلاشبہ ان دونوں کی موت میں ان تمام یہودیوں کی زندگی کی ضمانت تھی، جو ان کے بعد زندہ رہتا، جیسا کہ ہمیشہ اسی قسم کے بدباطن یہودیوں نے اپنی قوم میں، ملک میں، اور زمانہ میں زندگی تلخ کی ہے، جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے ۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ بنی قریظہ کی چھوٹی جماعت اگرچہ ان ہی کی شریعت ان ہی کا حکم سے مٹائی گئی ۔ لیکن اسی کے ساتھ کیا اس چھوٹی جماعت کی موت میں عرب کے بارے میں یہودیوں کی زندگی مستور نہ تھی ۔ سنگ دل اور ظالم ہے وہ جراح، جس نے ایک انگلی کے لیے پورے جسم کو سڑک نے دیا،، (ص: 170) ۔ (محدث دہلی، ج: 1 ش: 8 ذی الحجہ 1325ھ نومبر 1946ھ)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

[فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری](#)

جلد نمبر 1

صفحہ نمبر 133

محدث فتویٰ